حدیثِ ارتداد کی شرح اور مخالفین کے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ

الإستغاثة فی أن الناس کلهم إرتدوا إلا ثلاثة

مصنف
عبدالله الصديقي الإمامي

مكتبة الصديق الأكبر

الإستغاثة فی أن الناس کلهم إرتدوا إلا ثلاثة

یعنی

حدیثِ ارتداد کی شرح اور مخالفین کے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ

عبداللہ الصدیقی الإمامی

مکتبة الصدیق الأکبر

کتاب کی شناخت: الإستغاثة فی أن الناس کلھم إرتدوا إلا ثلاثة یعنی حدیثِ ارتداد کی شرح اور مخالفین کے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ

تحقیق وتدوین: عبداللہ الصدیقی الإمامی

ناشر: مکتبة الصدیق الأکبر

طبعِ اول: 17 اپریل 2022ء

شرحِ حصول

فہرست

مقدمہ

بسم الواجب الذی لیس له مثیل ولا لسنته من تبدیل أبدع السماوات والأرض بقُدرتِهِ و أرسل الرسل والحجج وأیدهم بنُصرتِهِ. والصلاة علی أشرف خلقه سیدنا ومولانا محمد وآله الذین من أجلهم خلق الخلق، وبعد

بندہ کم بضاعت سید علی اصدق نقوی عرض کرتا ہے کہ خاکسار جو کہ انتہائی کم علم وفہم ہے سے کہا گیا کہ اس رسالہ پر مقدمہ لکھا جائے تو اس امر میں ہمارے عزیز برادر عبد اللہ الصدیقی الإمامی کی درخواست پر اجابت کی۔ یہ رسالہ جو کہ مسمیٰ ہے "الإستغاثة فی أن الناس کلهم إرتدوا إلا ثلاثة" سے، کا نام خود اس حقیر نے ہی تجویز کیا تھا۔ اس سے قبل ہمارے عزیز برادر نے امیر شام پر ایک رسالہ لکھا تھا بعنوان "الفرقان فی ذم إبن أبی سفیان" جس کا نام بھی خاکسار نے تجویز کیا تھا۔ ہمارے برادر عبد اللہ الصدیقی نے اپنے رسائل میں اور بالخصوص اس رسالے میں بہترین انداز سے اس اعتراض کا جواب دیا ہے جو کہ تکراراً تشیع پر کیا جاتا ہے کہ ان کے مطابق تین کے علاوہ تمام اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرتد ہو گئے تھے، اور اس حدیث کی بخوبی شرح کی ہے۔ یہ حدیث متعدد شیعہ مصادر میں پائی جاتی ہے جن میں سرفہرست متقدمین کی کتب میں شیخ کلینی رحمہ اللہ کی الکافی اور شیخ ابو عمرو کشی علیہ الرحمہ کی رجال کی کتاب ہے۔ اس پر اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ آپ کے بقول تمام اصحاب مرتد ہو گئے اور گویا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معاذ اللہ پیغام پہنچانے میں کامیاب نہ ہو سکے کیونکہ ان کے بعد ان کی قوم کی اکثریت واپس اپنے سابقہ ادیان کو لوٹ گئی۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث کا معنی وہ نہیں ہے جس پر اس کو ان افراد کی

جانب سے اعتراضاً حمل کیا جاتا ہے۔ اگر اس کی دلیلِ نقضی دی جائے تو وہ بھی برادران کی کتب سے دی جاسکتی ہے جیسا کہ ہمارے عزیز نے اس رسالے میں کیا ہے۔ پس دونوں دلیلِ حلی اور دلیلِ نقضی کی رو سے یہ اعتراض نادرست اور درایتِ حدیث سے نا آشنائی کے سبب ہے۔ جس کو اس حدیث کے بارے میں سوالات ہیں، اس کے سوالات ان شاء اللہ اس رسالے کے مطالعے سے حل ہوجائیں گے۔ یہ رسالہ تشیع کے علمی ورثے میں ایک اہم اضافہ ہے اور اس میں استاد خیر طلب کی تحریر کا اضافہ......نُّورٌ عَلَىٰ نُورٍ... ﴿النور: ۳۵﴾ ہے جیسا کہ خداوند متعال فرماتا ہے۔ ہم دعاء گو ہیں کہ ہمارے عزیز برادر اس طرح کی مزید مفید رسائل و کتب تالیف کریں جن سے ہم سب کو استفادہ و انتفاع کا موقع نصیب ہو اور قوم میں علمی و تحقیقی کام پڑھنے، سمجھنے اور لکھنے کی توفیق پیدا ہو۔

سید علی اصدق نقوی از کینیڈا

8 رمضان 1443 ہجری قمری بمطابق 10 اپریل 2022

کچھ کم فہم لوگوں کی جانب سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ شیعہ "تین صحابہ کے علاوہ" تمام صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں اور وہ اِس کی دلیل میں ایک روایت پیش کرتے ہیں جو الکافی و رجال الکشی میں موجود ہے۔ اس اعتراض کا جواب آج سے کچھ عرصہ قبل ہمارے استادِ محترم سید خیر طلب زیدی حفظہ اللہ تعالیٰ اپنے رسالے "دفاع عن الحدیث" میں دے چکے ہیں بندہ ناچیز نے اِس روایت پر چند گزارشات کا اضافہ کیا ہے اور ساتھ قبلہ سید خیر طلب حفظہ اللہ تعالیٰ کے جواب کو من و عن نقل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے اللہ پاک ہماری اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے، آمین۔

قارئین: شیعانِ حیدرِ کرار علیہ السلام پر اعتراضات کا نا ختم ہونے والا سلسلہ جاری ہے۔ اس رسالے کا موضوع "ارتدادِ صحابہ یعنی صحابہ کا مرتد ہونا" ہے۔ ایک روایت جس کو ہمارے مخالفین بطور دلیل پیش کرتے ہیں، تا کہ عوام کو ورغلایا جائے اور یہ تاثر دیا جائے کہ شیعہ بعد از وفات پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقط تین ہی افراد کو دائرہ اسلام میں مانتے ہیں، اور باقی سارے اصحاب کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں۔ اس اعتراض کو بہت سے علماء تسنن نے اپنی کتب میں نقل کیا ہے، ہم فقط دو حوالے آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں:

1۔ مولوی احسان الٰہی ظہیر نے اپنی کتاب الشیعہ والسنہ کے ص ۵۲، ۵۳ پر نقل کیا ہے

2۔ مولوی محمد علی نقشبندی نے عقائد جعفریہ کی جلد ۱ ص ۱۴۰، ۱۴۱ پر نقل کیا ہے

قارئین: اس سے پہلے کہ ہم پوری روایت کو نقل کریں یا جواب کی طرف آئیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی خدمت میں ہم مقدمہ پیش کریں۔ اِس روایت پر ہمارے علماء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم نے نہایت عمدہ کلام کیا ہے جس کو ان شاء اللہ ہم آگے پیش کریں گے، لیکن! ہم چند گزارشات پیش کرنا چاہتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

کسی اُمت یا گروہ کا اپنے آبائی مسلک کو چھوڑنا کوئی معمولی بات نہیں، اور اُن کے دِلوں سے سابقہ نظریات کا نکل جانا بھی آسان نہیں کہ کہا جائے کہ اب وہ مکمل ایمان لا چکے، اب اُن کے اندر ذرا برابر بھی پلٹنے (مرتد ہونے) کا خطرہ نہیں۔ بعض لوگ (صحابہ) ایسے تھے جو کہتے تھے ہم ایمان لائے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فوراً اُن کو تنبیہ فرمائی ہے کہ آپ "**ایمان**" نہیں لائے فقط "اسلام" لائے ہیں ایمان ابھی تک آپ کے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا، جیسا کہ سورت الحجرات میں ارشاد ہوا:

قَالَتِ الۡاَعۡرَابُ اٰمَنَّا قُلۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا وَ لٰکِنۡ قُوۡلُوۡۤا اَسۡلَمۡنَا وَ لَمَّا یَدۡخُلِ الۡاِیۡمَانُ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ وَاِنۡ تُطِیۡعُوا اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ لَا یَلِتۡکُمۡ مِّنۡ اَعۡمَالِکُمۡ شَیۡـًٔا اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ

دیہاتی صحرائی عربوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے ہیں، اُن سے کہیے کہ تم ایمان تو نہیں لائے۔ ہاں یوں کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں (اِس لئے کہ) ایمان تو ابھی تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا ہے، اگر تم اللہ اور اُس کے رسول ؐ کی اطاعت اختیار کرو گے، تو اللہ تمہارے اعمال میں کوئی کمی نہ کریگا۔ حقیقتاً اللہ بڑا معاف کرنے

والا بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے۔[1]

واضح ہوا کہ اسلام لانا اور بات ہے "ایمان" لانا اور بات ہے۔ وہ لوگ (دیہاتی صحابہ) اسلام تو لے آئے لیکن! ایمان ابھی تک اُن کے دِلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔ تو جو ابھی تک ایمان ہی نہیں لائے تو اُن کے بارے میں کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اُن کے پلٹنے (مرتد ہونے) کا خطرہ نہیں؟۔ اب دیکھیں اللہ نے خود اُن لوگوں (صحابہ) کو خبردار کیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانے کے بعد اسلام سے پلٹ نہ جانا (یعنی مرتد نہ ہو جانا) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا وَ سَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں، ان سے پہلے اور رسول بھی گزر چکے ہیں، پھر کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم لوگ الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ یاد رکھو! جو الٹا پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا، البتہ جو اللہ کے شکر گزار بندے بن کر رہیں گے انھیں وہ اس کی جزا دے گا۔[2]

اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی صحابہ سے یہی ارشاد فرمایا کہ **خبردار میرے بعد کافر نہ ہو جانا اور ایک دوسرے کو قتل نہ کرنا** صحیح مسلم کی حدیث ملاحظہ فرمائیں:

وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ

---

[1] [سورہ ۴۹۔ الحجرات آیت ۱۴]

[2] [سورہ ۳۔ آل عمران آیت ۱۴۴]

بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ وَاقِدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ، يُحَدِّثُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ: وَيْحَكُمْ - أَوْ قَالَ: وَيْلَكُمْ - لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: ''تم پر افسوس ہوتا ہے (یا فرمایا: تمہارے لیے تباہی ہوگی) تم میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔''[1]

اللہ نے اپنی مُقدس کتاب میں جو ارشاد فرمایا اور صحابہ کو خبردار کیا، وہی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد کافر نہ ہو جانا، یعنی صحابہ کا مرتد ہونا ایک ایسا اَمر ہے کہ اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار صحابہ کو تنبیہ کر رہے ہیں کہ خبردار! رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانے کے بعد کافر نہ ہونا۔ صحابہ کے مرتد ہونے پر صحیح احادیث بہت ہیں جسے آگے چل کر ہم نقل کریں گے، لیکن ابھی ہم اس نقطہ پر چند دلائل آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں کہ اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے یہ کیوں کہا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانے کے بعد کافر مرتد نہ ہونا؟ یہ بھی ایک اہم بات ہے، اِس بات کی بہت حکمتیں ہیں، جسے اللہ اور اُس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ لیکن جو اسباب ہمیں احادیث کی کُتب سے ملے ہیں وہ ملاحظہ فرمائیں: جو صحابہ نئے نئے اسلام لائے تھے اُن کی حالت بہت نازک تھی، اِسی وجہ سے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض امور کو ترک کیا تاکہ وہ مرتد نہ ہو جائیں۔ اب کچھ مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

---

[1] حوالہ: [صحیح مسلم، حدیث نمبر ۲۲۵]

امام بخاری اپنی صحیح میں ایک باب قائم کرتے ہیں:

باب: ما کان النبی ﷺ یعطی المولفة القلوبھم وغیرھم من الخمس ونحوہ

باب: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تالیفِ القلبی کے لیے نو مسلم اور دوسرے مسلمانوں کو خمس وغیرہ سے کچھ دینے دینے کا بیان

قارئین کی آسانی کے لیے ہم تالیفِ القلبی کے معنی بھی عرض کر دیتے ہیں "المؤلفة القلوب" یعنی ضعفِ اسلام/ضعفِ عقیدہ کے شکار مسلمان اور ایسے غیر مسلم ہیں جن کی دلجوئی سے ان کے اسلام قبول کرنے، اسلام میں پختگی آنے، قتال مع المسلمین سے باز رہنے اور اس کے متبعین کی طرف سے ان کی پیروی کرنے کی امید اور توقع ہو۔

1۔رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قریش کو تالیف قلبی کے لیے مالِ غنیمت دینا اور انصار صحابہ کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراض کرنا

امام بخاری اپنی صحیح میں نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، أَنَّ نَاسًا مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالُوا: لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَمْوَالِ هَوَازِنَ مَا أَفَاءَ، فَطَفِقَ يُعْطِي رِجَالًا مِنْ قُرَيْشٍ الْمِائَةَ مِنَ الْإِبِلِ، فَقَالُوا: يَغْفِرُ اللَّهُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي قُرَيْشًا وَيَدَعُنَا وَسُيُوفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ، قَالَ أَنَسٌ فَحُدِّثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَقَالَتِهِمْ فَأَرْسَلَ إِلَى الْأَنْصَارِ فَجَمَعَهُمْ فِي قُبَّةٍ مِنْ أَدَمٍ وَلَمْ يَدْعُ مَعَهُمْ أَحَدًا غَيْرَهُمْ فَلَمَّا اجْتَمَعُوا جَاءَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَا كَانَ حَدِيثٌ بَلَغَنِي عَنْكُمْ، قَالَ:

لَهُ فُقَهَاؤُهُمْ أَمَّا ذَوُو آرَائِنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَلَمْ يَقُولُوا شَيْئًا وَأَمَّا أُنَاسٌ مِنَّا حَدِيثَةٌ أَسْنَانُهُمْ ، فَقَالُوا : يَغْفِرُ اللَّهُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي قُرَيْشًا وَيَتْرُكُ الْأَنْصَارَ وَسُيُوفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنِّي أُعْطِي رِجَالًا حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ بِكُفْرٍ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالْأَمْوَالِ وَتَرْجِعُوا إِلَى رِحَالِكُمْ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَاللَّهِ مَا تَنْقَلِبُونَ بِهِ خَيْرٌ مِمَّا يَنْقَلِبُونَ بِهِ ، قَالُوا : بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ رَضِينَا ، فَقَالَ : لَهُمْ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةً شَدِيدَةً فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوُا اللَّهَ وَرَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْحَوْضِ ، قَالَ أَنَسٌ : فَلَمْ نَصْبِرْ .

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو قبیلہ ہوازن کے اموال میں سے غنیمت دی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کے بعض آدمیوں کو (تالیف قلب کی غرض سے) سو سو اونٹ دینے لگے تو بعض انصاری لوگوں نے کہا اللہ تعالیٰ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بخشش کرے۔ آپ قریش کو تو دے رہے ہیں اور ہمیں چھوڑ دیا۔ حالانکہ ان کا خون ابھی تک ہماری تلواروں سے ٹپک رہا ہے (قریش کے لوگوں کو حال ہی میں ہم نے مارا، ان کے شہر کو ہم ہی نے فتح کیا)۔ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو بلایا اور انہیں چمڑے کے ایک ڈیرے میں جمع کیا، ان کے سوا کسی دوسرے صحابی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں بلایا۔ جب سب انصاری لوگ جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ آپ لوگوں کے بارے میں جو بات مجھے معلوم ہوئی وہ کہاں تک صحیح ہے؟ انصار کے سمجھ دار لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں جو عقل والے ہیں، وہ تو کوئی ایسی بات زبان پر نہیں لائے ہیں، ہاں چند نوعمر لڑکے ہیں، انہوں نے یہ کہا ہے کہ اللہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بخشش

کرے، آپ صلی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کو تو دے رہے ہیں اور ہم کو نہیں دیتے حالانکہ ہماری تلواروں سے ابھی تک ان کے خون ٹپک رہے ہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں بعض ایسے لوگوں کو دیتا ہوں جن کا کفر کا زمانہ ابھی گزرا ہے (اور ان کو دے کر ان کا دل ملاتا ہوں)۔ کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ جب دوسرے لوگ مال و دولت لے کر واپس جا رہے ہوں گے، تو تم لوگ اپنے گھروں کو رسول اللہ کو لے کر واپس جا رہے ہو گے۔ اللہ کی قسم! تمہارے ساتھ جو کچھ واپس جا رہا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو دوسرے لوگ اپنے ساتھ واپس لے جائیں گے۔ سب انصاریوں نے کہا: بیشک یا رسول اللہ! ہم اس پر راضی اور خوش ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا "میرے بعد تم یہ دیکھو گے کہ تم پر دوسرے لوگوں کو مقدم کیا جائے گا، اس وقت تم صبر کرنا، (دنگا فساد نہ کرنا) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملو اور اس کے رسول سے حوض کوثر پر۔" انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، پھر ہم سے صبر نہ ہو سکا۔[1]

تبصرہ: تالیف القلبی کے معنی ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اِس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں بعض ایسے لوگوں کو دیتا ہوں جن کا کفر کا زمانہ ابھی گزرا ہے۔ یعنی اگر اُن کو نہ دیا جاتا تو وہ اسلام پر قائم نہ رہتے (یعنی مرتد ہو جاتے) امام بخاری اپنی صحیح میں باب قائم کرتے ہیں:

بَابُ مَنْ تَرَكَ بَعْضَ الِاخْتِيَارِ مَخَافَةَ أَنْ يَقْصُرَ فَهْمُ بَعْضِ النَّاسِ عَنْهُ فَيَقَعُوا فِي أَشَدَّ مِنْهُ:

باب: اس بارے میں کہ کوئی شخص بعض باتوں کو اس خوف سے چھوڑ دے کہ

---

[1] حوالہ: [صحیح بخاری۔ حدیث نمبر۔ ۳۱۴۷]

کہیں لوگ اپنی کم فہمی کی وجہ سے اس سے زیادہ سخت (یعنی ناجائز) باتوں میں مبتلا نہ ہوجائیں

2۔رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر کعبہ کو نئے سرے سے تعمیر کرتے تو اہل عرب اسلام سے پھر جاتے (یعنی مرتد ہوجاتے)

امام بخاری اپنی صحیح میں نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ الْأَسْوَدِ، قَالَ: قَالَ لِي ابْنُ الزُّبَيْرِ: كَانَتْ عَائِشَةُ تُسِرُّ إِلَيْكَ كَثِيرًا، فَمَا حَدَّثَتْكَ فِي الْكَعْبَةِ، قُلْتُ: قَالَتْ لِي: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَائِشَةُ، لَوْلَا قَوْمُكِ حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ، قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ: بِكُفْرٍ لَنَقَضْتُ الْكَعْبَةَ، فَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ، بَابٌ يَدْخُلُ النَّاسُ وَبَابٌ يَخْرُجُونَ، فَفَعَلَهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ.

اسود کہتے ہیں کہ مجھ سے ابنِ زبیر نے ایک بار کہا عائشہ تم سے بہت باتیں چھپا کر کہتی تھیں، تو کیا تم سے کعبہ کے بارے میں بھی کچھ بیان کیا، میں نے کہا (ہاں) مجھ سے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) ارشاد فرمایا تھا کہ اے عائشہ! اگر تیری قوم (دور جاہلیت کے ساتھ) قریب نہ ہوتی (بلکہ پرانی ہوگئی ہوتی) ابن زبیر نے کہا یعنی زمانہ کفر کے ساتھ (قریب نہ ہوتی) تو میں کعبہ کو توڑ دیتا اور اس کے لیے دو دروازے بنا دیتا۔ ایک دروازے سے لوگ داخل ہوتے اور دوسرے دروازے سے باہر نکلتے، (بعد میں) ابن زبیر نے یہ کام کیا۔[1]

فیض الباری کے شارح اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے کعبہ کو تعمیر نہ کرنے

[1] حوالہ: [صحیح بخاری۔حدیث ۱۲۶]

کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس خوف سے کہ مبادا اسلام سے نہ پھر جائیں[1]

تبصرہ: یعنی اگر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کو نئے سے تعمیر کرتے تو عرب/صحابہ مرتد ہوجاتے، اِسی لیے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِسے ترک کیا۔ امام بخاری کے باب قائم کرنے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِس عمل کو انجام دیتے تو عرب صحابہ کم فہمی کی وجہ سے کوئی ناجائز عمل (مرتد ہونا وغیرہ) کرتے امام نسائی اپنی سُنن میں ایک باب قائم کرتے ہیں بَابُ : الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ. باب: مولفۃ القلوب (جنہیں تالیف قلب کے لیے دیا گیا ہو) کا بیان۔

روایت ملاحظہ فرمائیں:

3۔رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چند آدمیوں کو تالیف القلبی کے لیے سونا عطا کرنا اور قریش کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غصہ کرنا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خائن جاننا (نعوذ باللہ)

أَخْبَرَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي نُعْمٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ بَعَثَ عَلِيٌّ وَهُوَ بِالْيَمَنِ بِذُهَيْبَةٍ بِتُرْبَتِهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَسَمَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَرْبَعَةِ نَفَرٍ الْأَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ الْحَنْظَلِيِّ وَعُيَيْنَةَ بْنِ بَدْرٍ الْفَزَارِيِّ وَعَلْقَمَةَ بْنِ عُلَاثَةَ الْعَامِرِيِّ ثُمَّ أَحَدِ بَنِي كِلَابٍ وَزَيْدٍ الطَّائِيِّ ثُمَّ أَحَدِ بَنِي نَبْهَانَ فَغَضِبَتْ قُرَيْشٌ وَقَالَ مَرَّةً أُخْرَى صَنَادِيدُ قُرَيْشٍ فَقَالُوا تُعْطِي صَنَادِيدَ نَجْدٍ وَتَدَعُنَا قَالَ إِنَّمَا فَعَلْتُ ذَلِكَ لِأَتَأَلَّفَهُمْ فَجَاءَ رَجُلٌ كَثُّ

[1] حوالہ: [فیض الباری جلد اول، ص۔ ۲۵ علامہ محمد ابوالحسن سیالکوٹی]

اللِّحْيَةِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ نَاتِئُ الْجَبِينِ مَحْلُوقُ الرَّأْسِ فَقَالَ اتَّقِ اللَّهَ يَا مُحَمَّدُ قَالَ فَمَنْ يُطِيعُ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ إِنْ عَصَيْتُهُ أَيَأْمَنُنِي عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ وَلَا تَأْمَنُونِي ثُمَّ أَدْبَرَ الرَّجُلُ فَاسْتَأْذَنَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فِي قَتْلِهِ يَرَوْنَ أَنَّهُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هَذَا قَوْمًا يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَقْتُلُونَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَيَدَعُونَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے، جب وہ یمن کے امیر تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس غیر صاف شدہ سونے کی ڈلی بھیجی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے چار آدمیوں کے درمیان تقسیم فرما دیا: اقرع بن حابس حنظلی، عیینہ بن بدر فزاری، علقمہ بن علاثہ عامری جو بنو عامر کی ایک شاخ بنی کلاب میں سے تھے اور زید طائی جو بنو طے کی ایک شاخ بنونبہان سے تھے۔ اس پر قریش کے (نو مسلم) سردار ناراض ہو گئے اور کہنے لگے: آپ ﷺ نجد کے (نو مسلم) سرداروں کو دے رہے ہیں اور ہمیں محروم رکھ رہے ہیں (حالانکہ ہم آپ کے قریبی ہیں)؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے ایسا اس لیے کیا ہے کہ ان کی تالیف قلب کروں۔ ایک شخص آیا جس کی داڑھی گھنی، رخسار ابھرے ہوئے، آنکھیں گہری، ماتھا آگے کو بڑھا ہوا اور سر منڈا ہوا تھا، وہ کہنے لگا: اے محمد! اللہ سے ڈر۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اگر میں اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہوں تو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار کون ہوگا؟ اللہ تعالیٰ تو مجھے زمین والوں (تمام انسانوں جنوں) پر امین جانتا ہے اور تم مجھے امین نہیں جانتے۔'' پھر وہ شخص پیٹھ پھیر کر چلا گیا۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے آپ سے

اس کے قتل کی اجازت طلب کی۔ اہل علم کا خیال ہے کہ وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (اجازت تو نہ دی مگر) فرمایا: **"یقیناً اس کی نسل (قبیلے) میں ایسے لوگ ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے** (انھیں کچھ نہیں کہیں گے)۔ وہ اسلام سے یوں نکل جائیں گے جیسے تیز تیر اپنے نشانے کو پھاڑ کر نکل جاتا ہے۔ واللہ! اگر میں نے ان کو پالیا تو انھیں قوم عاد کی طرح قتل کروں گا۔"[1]

تبصرہ: یہاں پر بھی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ لوگوں کو تالیف القلبی کے لیے سونا عطا کیا تو نعوذ باللہ صحابہ کا ایک گروہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خائن جاننے لگا۔ جس پر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وضاحت کرنی پڑی کہ میں نے اِس وجہ سے دیا ہے کہ انہوں نے نیا نیا اسلام قبول کیا ہے۔ اگر نہ دوں تو ان کے اسلام سے پھر جانے کا خطرہ ہے (مفہوم)

4۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لوگوں کو عطا کرنا، اِس وجہ سے کہ اگر اِنھیں نہ دیا جاوے تو وہ اوندھے منہ دوزخ میں جائیں گے (یعنی اسلام سے پھر جائیں گے)

امام مسلم اپنی صحیح میں ایک باب باندھتے ہیں:

بَاب إِعْطَاءِ مَنْ يُخَافُ عَلَى إِيمَانِهِ:

باب: جس کے ایمان کا خوف ہو اُسے عطا کرنے کے بیان میں پھر اس کے ذیل میں حدیث نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ

---

[1] حوالہ: [سُنن نَسائی۔ حدیث ۲۵۷۹]

عَنْ أَبِيهِ سَعْدٍ أَنَّهُ أَعْطَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا وَأَنَا جَالِسٌ فِيهِمْ قَالَ فَتَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ رَجُلًا لَمْ يُعْطِهِ وَهُوَ أَعْجَبُهُمْ إِلَيَّ فَقُمْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَارَرْتُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ وَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا قَالَ أَوْ مُسْلِمًا فَسَكَتُّ قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا قَالَ أَوْ مُسْلِمًا فَسَكَتُّ قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا قَالَ أَوْ مُسْلِمًا قَالَ إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ خَشْيَةَ أَنْ يُكَبَّ فِي النَّارِ عَلَى وَجْهِهِ وَفِي حَدِيثِ الْحُلْوَانِيِّ تَكْرِيرُ الْقَوْلِ مَرَّتَيْنِ

حضرت سعد نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ لوگوں کو مال دیا جبکہ میں بھی ان میں بیٹھا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سے ایک آدمی کو چھوڑ دیا اس کو نہ دیا۔ وہ میرے لیے ان سب کی نسبت زیادہ پسندیدہ تھا۔ میں اٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور رازداری کے ساتھ آپ سے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا وجہ ہے آپ فلاں سے اعراض فرما رہے ہیں؟ اللہ کی قسم! میں تو اسے مومن سمجھتا ہوں آپ نے فرمایا: یا مسلمان۔ میں کچھ دیر کے لیے چپ رہا پھر جو میں اس کے بارے میں جانتا تھا وہ بات مجھ پر غالب آ گئی اور میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا وجہ ہے کہ فلاں کو نہیں دے رہے؟ اللہ کی قسم! میں اسے مومن سمجھتا ہوں آپ نے فرمایا: یا مسلمان۔ اس کے بعد میں تھوڑی دیر چپ رہا پھر جو میں اسکے بارے میں جانتا تھا وہ بات مجھ پر غالب آ گئی میں نے پھر عرض کی: فلاں سے آپ کے اعراض کا سبب کیا ہے اللہ کی قسم! میں تو اسے مومن سمجھتا ہوں آپ نے

فرمایا: یا مسلمان ۔(پھر) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ایک آدمی کو دیتا ہوں جبکہ دوسرا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے اس ڈر سے (دیتا ہوں) کہ وہ اوندھے منہ آگ میں نہ ڈال دیا جائے ۔حلوانی کی حدیث میں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان یا مسلمان کا) تکرار دو بار ہے (تین بار نہیں ۔)[1]

تبصرہ: اِس حدیث میں تو بات بالکل واضح ہوگئی ہے کہ جو اشخاص رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ عزیز تھے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کو چھوڑ کر ایسے لوگوں کو دینے لگے جن کے مُرتد ہونے کا خطرہ تھا۔آپ نے عرب صحابہ کے ایمان کی کیفیت کو ملاحظہ فرمایا کہ اگر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کو دوبارہ تعمیر کرتے تو پھر بھی مرتد ہوجاتے اور اگر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُنھیں اپنے مال میں سے کچھ نہ دیں تو پھر بھی وہ مرتد ہوجاتے۔اب آیئے ہم صحابہ میں (سنی نظریہ کے مطابق ابوبکر کے بعد) سب سے افضل صحابی عمر بن خطاب کے ایمان کی کیفیت کا جائزہ لیتے ہیں۔

5۔عمر بن خطاب کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ پر خوش نہ ہونا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت میں شک کرنا

امام ابنِ حبان نے اپنی صحیح میں اور عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں حضرتِ عمر بن خطاب کے اِس قول کو نقل کیا ہے کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کُفار سے صلح کر رہے تھے تو حضرتِ عمر بن خطاب کا ایمان خطرے میں پڑ گیا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت میں شک کیا،

فقال عمر بن الخطاب واللہ ! شککت منذ اسلمت الا یومئذ

---

[1] حوالہ: [صحیح مسلم حدیث نمبر، ۲۴۳۳]

حضرتِ عمر فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! جب سے میں (عمر) مسلمان ہوا ہوں مجھے اِس دن کے علاوہ کبھی (رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت میں) شک نہیں ہوا[1]

امام بخاری نے اپنی صحیح میں بھی اِسی سند کے ساتھ ایک روایت کو نقل کیا ہے[2] یعنی اس روایت کی سند بخاری کی شرائط پر صحیح ہے۔

شعیب الارنووط نے اس کو شیخین (بخاری و مسلم) کی شرائط پر صحیح قرار دیا ہے[3]۔

اس سے پہلے بھی ہم ابتدائی گفتگو میں سورہ الحجرات کی آیت کا ذکر کر چکے ہیں لیکن اب دوبارہ پیش کر رہے ہیں تا کہ صحابہ کے امام اور (سنی نظریہ کے مطابق ابوبکر کے بعد) سب سے افضل صحابی عُمر بن خطاب کے ایمان کا حال جانا جائے، سورہ الحجرات کی آیت نمبر ١٤ میں ذکر ہے کہ کُچھ لوگوں نے کہا ہم مؤمن ہیں اللہ نے فرمایا کہ تُم مومن نہیں ایمان ابھی تک تمہاری دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

---

[1] حوالہ: [الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان (ت: الأرناؤوط) جلد ١١، ص ٢٢٤ ۔ المصنف عبدالرزاق الصنعانی جلد ٥، ص ٣٣٠]

[2] حوالہ: [صحیح بخاری حدیث نمبر ٢٧٣١]

[3] الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان (ت: الأرناؤوط) جلد 11، ص 227

دیہاتی صحرائی عربوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے ہیں، اُن سے کہیے کہ تم ایمان تو نہیں لائے۔ ہاں یوں کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں (اِس لئے کہ) ایمان تو ابھی تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا ہے، اگر تم اللہ اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت اختیار کروگے، تو اللہ تمہارے اعمال میں کوئی کمی نہ کریگا۔ حقیقتاً اللہ بڑا معاف کرنے والا بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے[1]۔

اب اِس سے اَگلی آیت میں اللہ نے اُن (اعرابی صحابہ) کے مومن ہونے کی نشانیاں بیان کی چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ

(پورے) ایمان لانے والے تو بس وہ ہیں جنہوں نے اللہ اور اُس کے رسولؐ کو دل سے مانا اور پھر (اس میں) اُنہوں نے کبھی شک بھی نہ کیا۔ اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں "جہاد" (یعنی) بھرپور جدوجہد کی۔ بس یہی سچّے لوگ ہیں[2]۔

اللہ تعالیٰ نے مومن ہونے کی جو شرائط بیان کی اُن میں ایک یہ بھی ہے کہ رسالتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دل و جان سے تسلیم کیا جائے اُن کی رسالت میں شک نہ کیا جائے، جو شک کرے گا وہ مومن نہیں۔ اب حضرتِ عمر بن خطاب جیسے افضل

---

[1] [سورہ ٤٩۔ الحجرات آیت ١٤]

[2] [سورہ ٤٩۔ الحجرات آیت ١٥]

صحابی (اہلسنت کے مطابق) نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت میں شک کر کے اپنے آپ کو مؤمنین کی فہرست سے خارج کر دیا، جیسا کے ہم نے اوپر اہلسنت کی کتاب سے نقل کیا، تو باقیوں کا حال کیا ہوگا آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ان پانچ مثالوں سے بات بالکل واضح ہوگئی کہ صحابہ کا ایمان بالکل کمزور تھا اگر وہ مرتد ہو جائیں تو کوئی تعجب نہیں!

(سید خیر طلب زیدی کا جواب)

اب ہم اصل روایت کی جانب آتے ہیں شیخ کُلینی علیہ الرحمہ الکافی میں اِس روایت کو نقل کرتے ہیں:

حنان عن أبيه عن أبي جعفر (ع) قال: كان الناس أهل ردة بعد النبي (صلى الله عليه وآله) إلا ثلاثة فقلت: ومن الثلاثة؟ فقال: المقداد بن الأسود وأبو ذر الغفاري وسلمان الفارسي رحمة الله وبركاته عليهم ثم عرف أناس بعد يسير وقال: هؤلاء الذين دارت عليهم الرحا وأبوا أن يبايعوا حتى جاؤوا بأمير المؤمنين (ع) مكرها فبايع وذلك قول الله تعالى: "وما محمد إلا رسول قد خلت من قبله الرسل أفإن مات أو قتل انقلبتم على أعقابكم ومن ينقلب على عقبيه فلن يضر الله شيئا وسيجزي الله الشاكرين

حنان بن سدیر اپنے والد سے وہ امام باقرؑ سے، امام باقرؑ فرماتے ہیں: رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد لوگوں میں سے تین کے علاوہ باقی سب نے تخلف کیا، راوی پوچھتا ہے کہ وہ تین افراد کون تھے، امامؑ فرماتے ہیں مقداد بن الاسود، ابو ذر الغفاری اور سلمان فارسی، اللہ کی رحمت اور برکات ہو ان پر۔ البتہ مختصر سے عرصے کے بعد ہی

لوگ حق پہچان گئے۔ امامؑ نے مزید فرمایا کہ یہ تین وہ لوگ تھے جن پر عظیم مصائب آتے گئے لیکن پھر بھی انہوں نے ان لوگوں کی بیعت سے انکار کیا یہاں تک کہ امیر المومنینؑ آئے اور انہوں نے با دل نخواستہ ان لوگوں کی بیعت کی۔ ان امور پر خدا کا ارشاد ہے "محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو صرف (خدا کے) پیغمبر ہیں ان سے پہلے بھی بہت پیغمبر ہو گزرے ہیں بھلا اگر یہ مر جائیں یا مارے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے (یعنی مرتد ہو جاؤ گے)؟ اور جو الٹے پاؤں پھر جائے گا تو خدا کا کچھ نقصان نہیں کر سکے گا اور خدا شکر گزاروں کو (بڑا) ثواب دے گا"۔[1]

اب ادھر اہم نقطہ دراصل لفظ "أهل ردة" ہے جس کو لے کر ہمارے مخالفین شیعوں پر بہت زیادہ طعن کرتے ہیں کہ دیکھو شیعہ کہتے ہیں اصحاب مرتد ہو گئے۔ البتہ جب ہم لفظ "ردہ" کی تحقیق کرتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ اس کے بہت سارے معانی ہیں اور روایت کا مضمون و تاریخی واقعات تعین کرتے ہیں کہ کون سا معنی زیادہ اظہر و صحیح ہے۔ ہمیشہ لفظ "أهل ردة" کو دین اسلام سے مرتد لینا دراصل حماقت ہے۔ علماء تشیع نے اس روایت کے بہت سارے جوابات دئے ہیں جن کو من وعن نقل کرنا یا اس کے کثیر مطالب کو آپ کے سامنے پیش کرنا فی الحال ممکن نہیں، ان شاء اللہ کبھی موقعہ ملا تو ضرور کریں گے۔ سردست بعض تعلیقات و توضیحات کو آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ مرتد اور ارتداد، ردہ ایک ہی مادے سے ہیں جو الرد ہے۔ جب اہلسنت کی کتب حدیث دیکھتے ہیں تو ہم اس لفظ کو یوں پاتے ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری میں یوں روایت موجود ہے:

---

[1] حوالہ: [الکافی، جز ۸، ص ۲۴۵، طبع ایران]

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ المُغِيرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ، شَيْخٌ مِنَ النَّخَعِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "إِنَّكُمْ مَحْشُورُونَ إِلَى اللَّهِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا، {كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ، وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ} [الأنبياء: 104]، ثُمَّ إِنَّ أَوَّلَ مَنْ يُكْسَى يَوْمَ القِيَامَةِ إِبْرَاهِيمُ، أَلاَ إِنَّهُ يُجَاءُ بِرِجَالٍ مِنْ أُمَّتِي، فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ، فَأَقُولُ: يَا رَبِّ أَصْحَابِي، فَيُقَالُ: لاَ تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ، فَأَقُولُ كَمَا قَالَ العَبْدُ الصَّالِحُ: {وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا، مَا دُمْتُ فِيهِمْ} [المائدة: 117] إِلَى قَوْلِهِ {شَهِيدٌ} [المائدة: 117] فَيُقَالُ: إِنَّ هَؤُلاَءِ لَمْ يَزَالُوا مُرْتَدِّينَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن خطبہ سنایا۔ فرمایا تم قیامت کے دن اللہ کے سامنے ننگے پاؤں ننگے بدن بے ختنہ حشر کئے جاؤ گے جیسا کہ ارشاد باری ہے (کما بدانا اول خلق نعیدہ وعدا علینا انا کنا فاعلین) پھر سب سے پہلے قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔ سن لو! میری امت کے کچھ لوگ لائے جائیں گے فرشتے ان کو پکڑ کر بائیں طرف والے دوزخیوں میں لے جائیں گے۔ میں عرض کروں گا پروردگار! یہ تو میرے اصحاب ہیں۔ ارشاد ہوگا تم نہیں جانتے انہوں نے تمہاری وفات کے بعد کیا کیا کرتوت کئے ہیں۔ اس وقت میں وہی کہوں گا جو اللہ کے نیک بندے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں جب تک ان لوگوں میں رہا ان کا حال دیکھتا رہا آخر آیت تک۔ ارشاد ہوگا یہ لوگ اپنی ایڑیوں کے بل متخلف ہوئے جب تو ان سے جدا ہوا۔[1]

---

[1] حوالہ: [صحیح البخاری حدیث نمبر۔ ۴۷۴۰]

اس روایت میں مھم لفظ "مُرْتَدِّین" یعنی اسم فاعل موجود ہے یعنی پھرنا، تخلف اختیار کرنا وغیرہ۔صحیح بخاری کی ایک اور روایت یوں موجود ہے:

وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ شَبِيبِ بْنِ سَعِيدٍ الحَبَطِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ يُونُسَ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ المُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " يَرِدُ عَلَيَّ يَوْمَ القِيَامَةِ رَهْطٌ مِنْ أَصْحَابِي، فَيُحَلَّئُونَ عَنِ الحَوْضِ، فَأَقُولُ: يَا رَبِّ أَصْحَابِي، فَيَقُولُ: إِنَّكَ لاَ عِلْمَ لَكَ بِمَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ، إِنَّهُمُ ارْتَدُّوا عَلَى أَدْبَارِهِمُ القَهْقَرَى "

رسول ﷺ فرماتے ہیں: قیامت کے دن میرے اصحاب کا ایک گروہ لایا جائے گا جن کو حوض کوثر سے دور کر دیا جائے گیا، میں کہوں گا اے میرے رب یہ میرے اصحاب ہیں، اللہ کہے گا آپ کو علم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا حرکات کیں، یہ الٹے پاوں بہت سخت پھرے۔[1]

اس روایت میں "ارتدو" فعل ماضی صیغہ جمع زمانہ غائب آیا جس کا اصل مادہ الرد ہی ہے۔ایک روایت میں یہ صفت واضح آئی ہے کہ ناجی کتنے بچیں گے یعنی کتنے اشخاص واقعی اہل ایمان بچیں گے تو روایت کے جملے یہ بتاتے ہے:

فَلاَ أُرَاهُ يَخْلُصُ مِنْهُمْ إِلَّا مِثْلُ هَمَلِ النَّعَمِ رسول ﷺ ان اصحاب کو دیکھ کر کہیں گے کہ میں سمجھتا ہوں کہ ان گروہوں میں سے ایک آدمی بھی نہیں بچے گا۔ان سب کو دوزخ میں لے جائیں گے۔[2]

[1] حوالہ: [صحیح البخاری حدیث نمبر۔٦٥٨٥]

[2] حوالہ: [صحیح البخاری، حدیث نمبر۔٦٥٨٧]

ہم نے اس روایت کے بارے میں یہ بتایا ہے کہ بعض اصحاب کے لئے ارتد، مرتد جیسے الفاظ آئے ہیں، مزید یہ کہ مخلص اصحاب کی تعداد کنایہ کے طور پر بہت کم لکھی ہے بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ جب علمائے لغت تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے ان روایت میں ارتد مرتد وغیرہ کی یوں تشریح کی۔ چنانچہ ابن اثیر رقم طراز ہیں:

وفی حدیث القیامة والحوض فیقال: إنهم لم یزالوا مرتدین علی أعقابهم أی متخلفین عن بعض الواجبات، ولم یرد ردة الکفر

حدیث قیامت وحوض میں یہ الفاظ وارد ہوئے "إنهم لم یزالوا مرتدین علی أعقابهم" یعنی یہ لوگ اپنی ایڑیوں کے بل مرتد ہوئے۔ یعنی ادھر مرتد سے مراد یہ ہے کہ بعض واجبات کو ادا کرنے میں کوتاہی کی۔ اور ادھر رد سے مراد کفر والا مرتد ہونا نہیں۔[1]

ابن منظور رقم طراز ہیں:

الردة الاسم من الارتداد. وفی حدیث القیامة والحوض فیقال: إنهم لم یزالوا مرتدین علی أعقابهم أی متخلفین عن بعض الواجبات. قال: ولم یرد ردة الکفر. الردة

ایک اسم ہے جو مصدر ارتداد سے ماخوذ ہے۔ حدیث قیامت وحوض میں یہ الفاظ وارد ہوئے

"إنهم لم یزالوا مرتدین علی أعقابهم"

یعنی یہ لوگ اپنی ایڑیوں کے بل مرتد ہوئے۔ یعنی ادھر مرتد سے مراد یہ ہے

---

[1] [سورہ ۴۹۔ الحجرات آیت ۱۵]

کہ بعض واجبات کو ادا کرنے میں کوتاہی کی۔ اور ادھر رد سے مراد کفر والا مرتد ہونا نہیں۔[1]

اس حدیث اور اس کی تشریح کی روشنی میں واضح ہوجاتا ہے کہ ادھر "اھل ردہ" جو الکافی میں استعمال ہوا ہے یا دیگر شیعی روایات میں، اس سے ہرگز مراد کافر والا مرتد ہونا نہیں، جس میں انسان اسلام سے کفر اختیار کر لیتا ہے۔ بلکہ ادھر جو میثاق اور عہد و پیمان امام علیؑ سے کیا ہے اس کا احسن طریقے سے بجا نا لانا مراد ہے یا بطریق ایقان و اخلاص حقیقی کے کمال سے درجہ کم ہونا ہے۔ اس معنی کو لے کر اگر آپ حضرات الکافی کی روایت کے آگے کے جملہ پڑھیں جس میں یہ الفاظ موجود ہے: ثم عرف أناس بعد یسیر البتہ مختصر سے عرصے کے بعد ہی لوگ حق پہچان گئے۔ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ اس جملہ کی تشریح میں فرماتے ہیں:

أن الحق مع علی فرجعوا إلیه

چونکہ حق امام علیؑ کے پاس تھا اس لئے لوگ ان کی طرف واپس آنے لگے۔[2]

علامہ باقر الاستر آبادی رقم طراز ہیں اس جملہ کی تشریح میں جو نقل کیا گیا:

أی تنبھوا وتعرفوا واستیقنوا الامر واتبعوا الحق ورجعوا الی أمیر المؤمنین علیھالسلام بعد زمان یسیر، وازاحوا عن صدورھم وساوس تشکیکات المشککین، وعن ذلك التعبیر فی کتب الرجال بالرجوع الی أمیر المؤمنین علیه السلام، کما یقولون مثلا أبو سعید الخدری مشکور من السابقین الذین رجعوا الی أمیر المؤمنین علیھالسلام.

---

[1] [سورہ ۴۹۔ الحجرات آیت ۱۵]

[2] حوالہ: [مرآة العقول فی شرح أخبار آل الرسول، جلد ۲۶ ص ۲۱۳]

اس جملہ مختصر کہ کچھ عرصے کے بعد ہی لوگ حق پہچان گئے کے معنی یہ ہیں کہ وہ باخبر ہو گئے، پہچان گئے۔ حقیقت حال کا حد درجہ یقین ہو گیا تھوڑے ہی دنوں بعد انہوں نے حق کی پیروی کی اور امام علیؑ کی طرف ملتفت ہوئے۔ ان کے دلوں میں موجود شک پیدا کرنے والوں کی طرف سے وہم و شکوک ختم ہو گئے۔ اسی وجہ سے کتب الرجال میں ایک خاص تعبیر استعمال ہوتی ہے اُن کے لیے جنھوں نے امیر المومنینؑ کی طرف رجوع کیا۔ جیسا کہ ابوسعید الخدری ان اول لوگوں میں سے ہیں جو امام علیؑ کی طرف پلٹے۔[1]

ہمارے علماء نے بھی تقریبا وہی تشریح کی ہے جو اہلسنت علماء نے کی۔ معترضین کو تو شیعوں کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ انہوں نے تین کو تو خالص مانا، لیکن اہلسنت روایات کے تحت تو خالص اصحاب نہ ہونے کے برابر تھے۔ اگرچہ اتنی وضاحت کے بعد ضرورت نہیں کہ ہم صحابہ کے مرتد ہونے پر مزید دلائل دیں یا اس پر کلام کریں، لیکن ہم قارئین کی آسانی کے لیے اور مخالفین پر مزید اتمام حجت کے لیے چند روایات پیش کرتے ہیں:

جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوا تو اندھیرا چھا گیا اور صحابہ کے دل بدل گئے

امام ابنِ ماجہ نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الصَّوَّافُ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ، حَدَّثَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: لَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِي دَخَلَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ أَضَاءَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ، فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ

[1] حوالہ: [التعلیقة علی إختیار معرفة الرّجال، جلد ۱ ص ۲۷]

أَظْلَمَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ، وَمَا نَفَضْنَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَيْدِيَ حَتَّى أَنْكَرْنَا قُلُوبَنَا.

جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں داخل ہوئے اس دن مدینہ کی ہر چیز روشن ہوگئی، اور جس وقت آپ کا انتقال ہوا ہر چیز پر اندھیرا چھا گیا، اور ہم لوگوں نے ابھی آپؐ کے کفن دفن سے ہاتھ بھی نہیں جھاڑا تھا کہ ہم نے اپنے دلوں کو بدلہ ہوا پایا[1]

تین مساجد کے علاوہ تمام عرب صحابہ کا مرتد ہونا

امام احمد بن حنبل نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قثنا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أنا مَعْمَرٌ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: «لَمَّا مَاتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْتَدَّتِ الْعَرَبُ إِلَّا ثَلَاثَةَ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ، وَمَسْجِدَ الْمَدِينَةِ، وَالْبَحْرَيْنِ

قتادہ سے روایت ہے کہ: رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد (تمام) عرب مرتد ہوگئے، ماسوائے ان تین مسجدوں (والوں) کے مسجدِ حرام، مسجدِ مدینہ (یعنی مسجدِ نبوی) اور مسجد بحرین والے۔

کتاب کے محقق وصی اللہ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔[2]

عرب/صحابہ کا مرتد ہونا

۲ مسند أبی بکر میں مروزی نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى الزَّمَنُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ

---

[1] حوالہ: [سنن ابنِ ماجہ حدیث نمبر ۱۶۳۱]

[2] حوالہ: [فضائلِ صحابہ ص ۴۹۵ حدیث ۱۵۱۰]

عَاصِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرُ بْنُ رَاشِدٍ, عَنِ الزُّهْرِيِّ, عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْتَدَّتِ الْعَرَبُ

انس کہتے ہیں جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو عرب مرتد ہو گئے۔

اس کتاب کے محقق شعیب الأرناؤوط کہتے ہیں یہ روایت حسن ہے [1] قارئین: یہ تمام روایات صحیح ہیں جن کو ہم نے پیش کیا اب جو حضرات اِس وجہ سے شیعوں کی تکفیر کرتے ہیں کہ شیعہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صحابہ کو مرتد جانتے ہیں تو ان حضرات سے سوال ہے کیا اِن روایات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے آپ تمام سنیوں کو کافر کہیں گے؟ جبکہ ہمارے ہاں مرتد ہونے سے مراد عہد و پیمان سے پھر جانا ہے نا کہ کفر اختیار کرنا۔ آپ تو اس تعبیر کے بھی مخالف ہو جاتے ہیں شیعوں کی مخالفت میں، تو کیا اب آپ کے ہاں بھی یہی تعبیر مانی جائے کہ صحابہ عرب کافر ہو گئے؟

ایک اشکال اور اس کا جواب

یہ جو روایات بخاری و مسلم وغیرہ سے ہم نے پیش کیں، کہ صحابہ مرتد ہوئے ہیں، ان روایات کے بارے میں بعض سنیوں کا کہنا ہے کہ: ان روایات سے مراد صحابہ نہیں بلکہ منافقین ہیں۔ اس بات کی دلیل وہ اپنے علماء کے اقوال کو بناتے ہیں۔
جواب: قارئین یہ کہنا کہ یہاں صحابہ نہیں بلکہ منافقین وغیرہ مراد ہیں بالکل غلط ہے، اُس کی دو وجوہات ہیں:

[1] حوالہ: [مسند أبی بکر ص ۱۷۳ ۱۷ ٤]

وجہ اول: جس قرآن کی آیت [1] کو ہم نے گفتگو کے آغاز میں پیش کیا اس کا خطاب صرف منافقین سے نہیں، بلکہ صحابہ سے بھی تھا۔ بلکہ یوں کہوں کہ تھا ہی صحابہ سے، کیونکہ منافقین کے نفاق سے تو اللہ واقف تھا منافقین تو فقط مسلمانوں کو دھوکا دے رہے تھے۔

وجہ دوم: جو احادیث بخاری و مسلم سے ہم نے پیش کی اُس میں بھی وضاحت موجود ہے جیسا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: "مِنْ أَصْحَابِي" یعنی میرے اصحاب ہونگے۔ اب ہمارا سوال ہے اپنے مخالفین سے جو اپنے علماء کے اقوال پیش کر کے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اصحاب نہ تھے، کیا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وضاحت کے بعد بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ تھے؟ کیا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے میں آپ کے علماء (ابنِ حجر عسقلانی وغیرہ) کے قول کو قبول کیا جائے گا؟

کیا صحابہ کے ایمان میں شک کرنا قُرآن میں شک کرنا ہے؟ مخالفین کے اشکال کا جواب

ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ: جو لوگ تمام صحابہ کو مؤمن نہیں مانتے ان کا قرآن پر ایمان نہیں ہو سکتا چونکہ یہ قُرآن تمام صحابہ نے جمع کیا ہے اگر جمع کرنے والے ہی غیرِ مؤمن ٹھہرے تو قُرآن پر ایمان کیسا ہو سکتا ہے؟

جواب: اس کے کئی جواب دیئے جا سکتے ہیں، لیکن اختصار کو مدِ نظر رکھتے ہوئے تین جواب پیشِ خدمت ہیں۔

---

[1] (سورہ ۳۔ آل عمران آیت ۱٤٤)

اول : شیعہ مخالفین شیعوں کی مخالفت میں ایسی باتیں کر جاتے ہیں جو خود ان کے اصولوں کے بھی خلاف ہوتیں ہیں، یہ کہنا کہ: تمام صحابہ کو مؤمن ماننے کے بغیر قرآن پر ایمان نہیں رہ سکتا بالکل غلط ہے۔ تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ قُرآن ہم تک تواتر سے پہنچا ہے، اور تواتر میں "اسلام" شرط نہیں۔ یعنی اگر کوئی چیز ہم تک تواتر سے پہنچ رہی ہے تو ضروری نہیں کہ پہنچانے والا مؤمن ہو، حتیٰ کہ اس کا مسلمان ہونا بھی ضروری نہیں۔ خود اہلسنت علماء نے بھی یہ اعتراف کیا ہے۔ علامہ محمد علاء الدین حدیثِ متواتر کے بارے میں کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قوله: (لا يتصور تواطؤهم على الكذب) هذا هو المتواتر عند الاصوليين، فإنه كما في المنار: الذي رواه قوم لا يحصى عددهم ولا يتوهم تواطؤهم على الكذب. قال شارحه: ولا يشترط في التواتر عدد معين خلافا للبعض. قوله: (بلا شرط عدالة) أي لا يشترط العدالة والاسلام في المخبرين حتى لو أخبر جمع غير محصورين من كفار بلدة بموت ملكهم حصل لنا اليقين كما في شرح المنار.

اس کی یہ بات (ان کا جمع ہونا جھوٹ پر متصور نہ ہو) یہ بات علماء اصول کے ہاں متواتر ہے جیسا کہ المنار میں بھی ہے کہ: جسے اتنے لوگوں نے نقل کیا ہو کہ جو گنے نہ جاتے ہوں اور ان کا جھوٹ پر جمع ہونا بھی ناممکن ہو۔ شارح کہتا ہے کہ: تواتر میں راویوں کی معین تعداد شرط نہیں ہے، برخلاف ان بعض علماء کے جنہوں نے عدد کی شرط لگائی ہے۔ اس کی یہ بات کہ عدالت کی شرط بھی نہیں، کا مطلب ہے کہ خبر دینے والوں میں سے کسی کا "عادل" یا "مسلمان" ہونا شرط نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اگر شہر کے کفار کی بھی ایک غیر معین تعداد خبر دیں کہ بادشاہ مر گیا ہے تو ہمیں ان کی خبر سے یقین

ہوتا ہے جیسا کہ شرح المنار میں لکھا ہے "[1]

بات بالکل واضح ہوگئی کہ تواتر میں خبر دینے والے لوگوں کا مسلمان ہونا شرط نہیں۔ اگر کفار بھی گواہی دیں تب بھی قبول کی جائے گی۔ وہابیوں کے شیخ الاسلام علامہ ابنِ تیمیہ حرانی حدیثِ متواتر پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وأما عدد ما يحصل به التواتر، فمن الناس من جعل له عددًا محصورًا، ثم يفرق هؤلاء، فقيل: أكثر من أربعة، وقيل: اثنا عشر، وقيل: أربعون، وقيل: سبعون، وقيل: ثلاثمائة وثلاثة عشر، وقيل: غير ذلك. وكل هذه الأقوال باطلة؛ لتكافئها في الدعوى.والصحيح الذي عليه الجمهور أن التواتر ليس له عدد محصور" كذلك العلم الحاصل عقيب الخبر، تارة يكون لكثرة المخبرين، وإذا كثروا فقد يفيد خبرهم العلم، وإن كانوا كفارًا

وہ عدد جس سے تواتر حاصل ہوتا ہے، لوگوں میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جنھوں نے تواتر کے لیے خاص عدد مقرر کیئے ہیں پھر اُن میں خود اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں چار سے زیادہ لوگوں نے روایت کی ہو، بعض کہتے ہیں بارہ ہوں، بعض کہتے ہیں چالیس ہوں، بعض کہتے ہیں سَتر ہوں، بعض کہتے ہیں تین سو تیرا ہوں، تب تواتر حاصل ہوگا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے علاوہ بھی عدد بتائے گئے ہیں لیکن! یہ سارے اقوال باطل ہیں۔ صحیح یہ ہے جس پر جمہور کا نظریہ ہے کہ تواتر کے لیے خاص عدد بیان نہیں کیے گئے۔ آگے فرماتے ہیں: اگر کوئی خبر آپ کو ملے اُس کے بعد آپ کو یقین

---

[1] حوالہ: [تکملة حاشية رد المحتار - ابن عابدين (علاء الدين) جلد ۱۱ ص ۱۲۹ کتاب الشھادات]

حاصل ہوجائے زیادہ لوگوں کی خبر دینے کی وجہ سے اگر خبر دینے والے زیادہ ہوں تو یہ خبر آپ کو یقین کا فائدہ دیتی ہے " چاہے وہ کفار ہی کیوں نہ ہو " (مفہوم)[1]

جب تواتر میں کفار تک کی خبر کو قبول کیا جارہا ہے تو کیا اب بھی یہ کہنا دُرست ہوگا کہ قُرآن کو جمع کرنے والوں کا مؤمن ہونا ضروری ہے؟

دوم: اللہ پاک اپنے دین کی مدد فاسق و فاجر سے بھی لیتا ہے۔ کسی نیک کام میں حصہ لینے سے بندہ مؤمن نہیں بن جاتا، کیونکہ اللہ اپنے دین کی مدد فاسق و فاجر سے بھی لیتا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ جب جنگ شروع ہوئی تو ایک شخص مسلمانوں کی طرف سے لڑا اور زخمی ہوا نیز وہ رات میں مرگیا، جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُس کی خبر دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وَإِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّينَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ.

اللہ تعالیٰ کبھی اپنے دین کی امداد کسی فاجر شخص سے بھی کرالیتا ہے[2]

ثابت ہوا کہ قُرآن جمع کرنے یا جنگ میں حصہ لینے سے کوئی بندہ مؤمن نہیں بن جاتا اور نا ہی اُس کا مؤمن ہونا شرط ہے، جیسا کہ علماء اہلسنت نے بھی اعتراف کیا۔ اور کئی کاتبِ وحی تو ایسے بھی تھے جو مرتد ہوگئے صحیح مسلم[3] کی طرف مراجع فرمائیں۔

سوم: اگر مخالفین کا یہ قائدہ قبول کرلیا جائے کہ "صحابہ کے ایمان میں شک

---

[1] حوالہ: [مجموعة الفتاویٰ جلد ۱۸ ص ۳۱]

[2] حوالہ: [صحیح بخاری حدیث نمبر ۳۰۶۲]

[3] صحیح مسلم حدیث نمبر ۲۷۸۱ كِتَاب صِفَاتِ الْمُنَافِقِينَ وَأَحْكَامِهِمْ

کرنا قُرآن میں شک کرنا ہے " تو اس قاعدہ کے تحت مخالفین کا بھی قُرآن پر ایمان نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ جو احادیث ہم گفتگو کے آغاز میں صحابہ کے مرتد ہونے کے متعلق پیش کر آئے ہیں ان میں بالکل واضح ہے کہ صحابہ کو جہنم کی طرف دھکیلا جا رہا ہے، کیونکہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔ تو کیا مخالفین اپنے بارے میں بھی یہی کہیں گے، جو شیعوں کے بارے میں کہتے ہیں؟ اس پر مزید کلام کیا جا سکتا ہے لیکن ہم اختصار کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے اپنی بات کو یہاں ختم کرتے ہیں۔ دعا ہے پروردگارِ عالم ہماری اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہم سب کو حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔